مجموعہ رباعیات وقطعات کلام فارسی

۵۵ سالہ

از حکیم صوفی محمد عبداللہ خان صاحب مضطر مرحوم ٹونکی

باہتمام

ہدایت اللہ خان ششدر ٹونکی

برادرزادہ مضطر مرحوم

مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

قیمت مجلد ۱۲

اسرارِ حقیقت نشود حل بسوال　　نہ نیز بدر باختن نعمت و مال
تا جان نکنی خون نخوری پنجہ سال　　از قال ترا رہ نماید بحال

(خیام)

مجموعہ رباعیات و قطعات

کلام فارسی ۵۵ سالہ

از

حکیم صوفی محمد عبد اللہ خان صاحب مضطر ٹونکی

جو

حکیم عمر خیام نیشاپوری، سلطان ابو سعید ابو الخیر و سرمد شہید رح کے قدم بقدم تصوفانہ رباعیات ہیں بلکہ مزید براں دنیا میں نئی اور عجیب و غریب تحفہ رباعیات چار خطائے و کیمیا گری و رباعیات تاریخی مصنف مرحوم کی جدت طبع اور قابلیت کا نمونہ قابل قدر اور قابل دید و شنید ہیں۔

ہدایت اللہ خان شمشد برادر زادہ مضطر مرحوم

مجنوں المطابع

مطبع ... بمبئی

اودھ کے معزز تعلقدار اور ٹونک میں وکیل دربار تھے۔ والد سید صاحب
خان بہادر فریدالدین احمد مہاراجہ پٹیالہ کے جس دور میں مدارالمہام پٹیالہ
تھے۔ خانصاحب رحیم اللہ خاں صاحب فنا صاحب تھے مولوی ارشاد حسین صاحب
وزیر اللہ خاں ہم عمر۔ ہم خیال ظریف طبع جو اپنے والد کے ساتھ تھے دوست
و رفیق رہکر جُدا ہو چکے تھے۔ ٹونک کی ملاقات نے محبت میں تازگی پیدا کی
اور ہمدردی پر آمادہ کیا کہ وزیر اللہ خاں وکیل صاحب کی سفارش سے
جو اپنے وقت کے امیرالامرا باوضع بافیض انسان تھے وزیر اللہ خان کو
مہتمم ٹکسال و جیلر ریاست کی خدمات پر بتدریج مقرر کرا دیا۔ کیونکہ وزیر اللہ
خاں اپنے والد کے ساتھ ہندوستان کا سفر کرکے چند زبانیں مثل اہل
زبان کے جانتے تھے اور شعر و سخن سے لگاؤ تھا یہ ہی باعث تھا کہ وکیل
صاحب مرحوم اپنی صحبت مجلس سے ان کو جُدا نہ ہونے دیتے تھے۔ وکیل
صاحب کا محلہ قافلہ میں بالاخانہ تھا جہاں فردوسی۔ انوری۔ نظامی۔ سعدی
حافظ۔ جامی۔ خسرو کے کلام کا دور رہتا تھا۔ جہاں پر قابل اصحاب کا مجمع
رہتا اس موقع کو اپنے برادر خورد حکیم محمد عبداللہ خاں کے لئے غنیمت خیال
کیا اور ٹونک طلب کر لیا۔ جبکہ حکیم صاحب کی عمر ۱۴ - ۱۵ سالہ تھی اور یہاں تھو

ہانسی حکیم سید مولوی احمد علی صاحب سیماب و مولانا مولوی صوفی محمد حسین خان صاحب و حکیم دایم علی صاحب کی خدمت میں فقہ۔ حدیث۔ حکمت فارسی پڑھانے کے لئے سپرد کے گئے۔ و نیز دیگر قابل استادوں کی خدمتمیں جاتے رہے برادران اپنے ہونہار برادر کی نگرانی اور تعلیم میں ہمیشہ مشغول رہتے اور ساتھ ہی مولوی ارشاد حسین صاحب کی مجلس میں شریک کراتے اور آداب مجلس سے آگاہ کرتے رہتے اُسی محمد آباد کا ذکر ہے جس پر نواب امیر خاں شمشیر جنگ بہادر نے قبضہ کرنے کے بعد ۱۲۳۲ھ ۱۸۱۷ء میں جامع مسجد وسیع پیمانہ پر تعمیر کرائی اور قلعہ رہتے میں اپنے لشکر کے معزز خاندان اور شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ کایستھ تمام ہندوستان کے اور ہر فن کی مخلوق کو آباد کیا اور خدمات اعزازی سے ممتاز فرمایا۔ جن کی نسلیں اب تک بشکل خاندان ریاست و پرگنات میں آباد ہیں۔ بعدہٗ نواب وزیر الدولہ کا ۱۲۵۰ھ ۱۸۳۴ء سے دور شروع ہوتا ہے یہہ نواب جید عالم اور فارسی کے فاضل۔ احکام شریعت پر پوری طور سے عمل کرنے والے تھے جنہوں نے محکمہ شرع شریف قائم کرکے سنت والجماعت حنفی المذہب کے تمام دینی فیصلے کے ساتھ ہی اپنی بزم نشاط میں شاہنامہ فردوسی سُنتے اور فاضل

ہستیاں اُمراء کی شریک ہوتیں۔ اس مجلس کا مشغلچی انتہ نائی ہوا ہے جس کو
صدہا فردوسی کے اشعار زبانی یاد تھے۔ نواب نے اپنے دور میں شراب کی درآمد
تعزیہ داری۔ بازاری عورتوں کی آبادی قطعی بند کردی اور ہمیشہ دین کی ترقی
میں حامی و مددگار رہے ہے۔ اس کے بعد نواب محمد علی خان ۱۸۶۵ء میں چند
سال نواب رہ کر بنارس بھیجدیئے گئے۔ یہ نواب علم دوست اور سپاہگری کے
فن کے قدردان تھے بنارس میں مشرقی علوم کا کتب خانہ قایم کیا اور ٹونک
کے سابق کتب خانوں میں منتقل کردیا۔ چنانچہ ان کے بعد ۱۸۶۶ء ۱۲۶۷ میں
سر نواب حافظ محمد ابراہیم علی خاں مرحوم کا عہد سلطنت شروع ہوا جن کے
نائب محمد عبید اللہ خان صاحبزادہ مقرر ہوئے مدرسہ خلیلیہ عربی۔ فارسی
درس کے لئے اور مدرسہ ناصریہ مسجد قافلہ سادات میں قائم کئے گئے اس سے
پہلے جید علماء سید مولانا حیدر علی صاحب و مولانا امام الدین صاحب اور عبدالمالک
صاحب درس عربی کی فاضل ہستیاں گذری ہیں۔ خلیلیہ میں مولوی نصیر محمد
و مولوی خلیل اور حکمت و فلسفہ منطق کا درس مولوی حکیم سید برکات احمد
صاحب علامہ منطقی دیتے جو مولانا فضل حق صاحب منطقی خیر آبادی کے شاگرد رشید
تھے ادہر مسجد قافلہ میں مولانا دوست محمد و سیف الرحمن صاحب

جلال آبادی فقہ۔ حدیث کا درس دیتے اور بھی علماء کے ذریعہ محلہ محلہ مکتبوں
میں دینی تعلیم دیجاتی۔ فارسی کے درس کے لئے میر نواب صاحب و سید علی
صاحب و حکیم سلطان محمود و حکیم سعید احمد صاحب اسعد۔ مولانا سید محمد خفی
سید اصغر علی فخر الشعراء آبرو نیز فارسی کے فاضل اپنے مکتبوں میں یہ
فرض ادا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے خطوں اور افغانستان
بلخ بخارا۔ ایران سے تحصیل علم کے طلبا رجوق جوق ٹونک میں آتے اور تمام
علوم میں کامیاب ہوکر واپس جاتے۔ ان کے خورد و نوش اور قیام کے انتظامات
حاجی مولوی صاحبزادہ عبد الرحیم خان صاحب ہوم ممبر و حاجی صاحبزادہ
عبد الوہاب خاں صاحب اپیل ممبر و نیز دیگر امرار نے معقول طریقہ سے کیا تھا
اگر علم مجلسی کا مرکز اور سنٹر تو ہی بالاخانہ وسیع سید ارشاد حسین خان صاحب کا
تھا جہاں کتب فارسی۔ شاہنامہ۔ سکندر نامہ۔ فردوسی۔ نظامی۔ انوری
سعدی۔ حافظ۔ جامی۔ خسرو کے کلام پڑھے جاتے اور اردو۔ فارسی مشاعرے
کی مجالس منعقد ہوتیں جس میں اہل ٹونک کے علاوہ۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ اودھ۔
اہل فارس وقتاً فوقتاً آ آکر مہمان رہتے۔ انہی شعرار کے مقابلہ میں حکیم صاحب
بھی اپنا کلام پڑھا کرتے جن کو اساتذہ نے آغاز ہی میں جان لیا تھا کہ آیندہ

یہ شاگرد اپنے اُستاد۔ خاندان اور ملک کا نام روشن کریگا۔ حکیم صاحب کو امراء کی صحبت سے ہمیشہ تنفر رہا اپنے استادوں کی خدمتمیں روزانہ حاضری دیتے ذاکر و شاغل اوقات کے اور اپنی وضع قطع کے پابند قدم قدم پہ توحید اور معرفت کے جام چھلکاتے اور حدیث کے عمل میں علماء سے بیش پیش تھے بیس مرتبہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم رویا میں مشرف ہوئے جو احکام دینی نبی صلعم نے فرمائے اُن کی تعمیل کی۔ باطنی علوم (روحانی) تعلیم کی تلاش میں رہے کہ خوش قسمتی سے سید مولانا علی احمد صاحب نقشبندی میر منشی دربار ٹونک جو متقی۔ پرہیز گار پابند شریعت آفتاب دین گزرے ہیں حکیم صاحب نے مولانا سے بیعت حاصل کی اور فیضیاب ہوئے۔ جناب مفتی محمد حسین خاں صاحب پیلی بھیتی اپنے فرزند حکیم مولوی محمد حسن خاں سے زیادہ حکیم عبداللہ خاں کو شاگرد رشید تصور فرماتے اور اپنے باطنی کمالات سے خوب رنگا۔ مولانا چار کے عادی تھے اور محلہ بہیر متصل عیدگاہ لب بناس ندی قیام فرما تھے ہزارہا مخلوق مولانا کے فیض سے شادکام ہوئی۔ بڑی بزرگ ہستی ٹونک میں گزری جو گوشہ نشین عالم باعمل تھی اور حکیم عبداللہ خاں کے خاندان پر خصوصیت سے کرم رہا۔ مولانا بھی حکیم صاحب کی رُباعیات خوب

سنتے اور پسند فرماتے۔ آپ فطری وہبی شاعر تھے اور سید ارشاد حسین صاحب
خان بہادر سے حسب مشورت برادر معظم تلمذ حاصل کیا تھا اور فضل و کرم دیکھئے
کہ محلہ قافلہ میں ایک بزرگ بخاری صاحب نامی۔ سالک مجذوب دراز قد نورانی
چہرہ۔ کرتہ۔ ٹوپی۔ شرعی پاجامہ۔ ننگے پیر۔ آنکھیں بند۔ محلوں میں گردن ہلا کر
ذکر فرماتے اور وجدانی کیفیت بخاری صاحب کی ہو جاتی حکیم صاحب کے
یہاں چار نوش فرماتے۔ رباعیات سنتے۔ خوب اور بسیار خوب فرما جاتے۔
سید محمد عثمان صاحب بخشی الملک کے یہاں حویلی پر قیام شب میں فرماتے۔
ہدایت اللہ خان نے ان بزرگ کے اور بھی بہت سے واقعات کرامت
کے دیکھے اور سنے۔ ایسی مقدس ہستی ۵۴ سال میں دیکھنے میں نہیں آئی
حقیقت میں یہ کاملین میں سے تھے بہت سی مخلوق جاننے والی موجود
ہے۔ یہ بزرگ ریاست جے پور میں مدفون ہوئے ہیں۔ حکیم صاحب کے
کلام کی مقبولیت کا زیادہ سبب بخاری صاحب کی دعا اور فیض مانا جاتا ہے
جس طرح حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ کو حضرت لقمان سے بمقام سرخس فیض ہوا
حکیم صاحب نے ٹونک میں کوئی ملازمت اختیار نہیں کی بلکہ از راہِ عقیدت
صاحبزادہ بھورے محمد خاں صاحب ماموں نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر

جو فقرا و صوفیا کی خدمت کرنے میں مخفی طور سے منہمک رہتے تھے حکیم صاحب کو بھی معقول وظیفہ چند سال دیتے رہے ادھر حکیم صاحب سے چھوٹے برادر منشی احمد اللہ خاں بیدل کو وطن سے طلب کر کے حکیم صاحب نے تعلیم تربیت فرمائی۔ منشی صاحب مرحوم مہتمم کارخانجات۔ گھوڑا گاڑی پر مدت العمر ملازم رہ کر حکیم صاحب کو اپنا سر پرست تصور کرتے اور ان کی خدمت بجالاتے ساحمد اللہ خاں دیگر محکمات بندوبست وغیرہ میں عرصہ تک ملازم رہے۔ اردو۔ فارسی کے بہترین منشی اور انشا پرداز۔ صوفی منش۔ متواضع۔ سخی اور بڑی سے بڑی کتاب مطالعہ کے بعد قصہ کے طور پر بیان کرنے میں کمال رکھتے تھے۔ اس طرح یہ چاروں برادر یکجا محلہ قافلہ ورجبن میں رہ کر اپنی اپنی خوبیوں میں مشہور ہوگئے اور چاروں میں اتحاد حقیقی رہا۔ چاروں اہل وعیال رکھتے تھے جو مشہور و معروف ہوئے خانصاحب امیر اللہ خاں مقدس ہستی تھے جن کو علماء کی صحبت سے فقہ۔ حدیث۔ کے بہت سے مسائل زبانی یاد تھے اور ہمیشہ نماز جماعت سے ادا کرتے۔ شہسوار۔ تلوار کے فن میں کامل اور انقلابات ہونے سے ۱۸۸۸ء میں ٹونک سے حسب الطلب نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ بھوپال

میں معہ اہل وعیال تشریف لے گئے۔ بیگم صاحبہ کے معززین مصاحبین میں ہی
ذاکر۔ اور تہجد گزار ہستی سے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں بعمر ۸۰ سال خانصاحب نے
وفات پائی اور گورستان بھوپال میں دفن ہوئے۔ مرحوم کے دو فرزند اسد اللہ
خان وحافظ نصر اللہ خان جوان العمر تھے۔ نصر اللہ خاں داروغہ توشک خانہ
رہکر بھوپال میں وفات پا گئے اور اسد اللہ خان حکیم عبد اللہ خان کے داماد
ہو چکے تھے یہ حکیم صاحب کی خدمتمیں تعلیم تربیت پاکر زمرہ فقرا حیدر آباد
دکن چلے گئے۔ حکیم صاحب چند ماہ کے لئے قیام ٹونک میں لفٹنٹ
سی۔ ہربرٹ پولیٹیکل ایجنٹ دیولی۔ ٹونک کی فارسی تعلیم کے لئے منتخب کئے
گئے اس لئے حکیم مرحوم انگریزی زبان کے بھی کسی قدر ماہر ہو چکے تھے
مرحوم بڑے ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے۔

خانصاحب وزیر اللہ خان جہاں نقارا اور گویا اور قدما کے کلام کے حافظ
تھے وہاں شاعر بھی تھے جوہر تخلص تھا مگر حکیم صاحب کے کلام کے مقابلہ
میں اپنے کلام کی شہرت نہیں چاہتے تھے اور نہ صاحب دیوان ہونا پسند
کیا۔ مغفور کا کلام اور اسناد بھی تلف ہو گئے۔ خانصاحب اخیر عمر میں محکمہ
خاص کونسل عالیہ دربار ٹونک میں ناظر کے عہدہ پر رہکر اپنے ہم جلیس

مولوی عبدالرحمٰن سکریٹری و شیخ محمد وزیر صاحب سرشتہ دار کونسل پروفیسر قانون کی صحبت و نیز سید ارشاد حسین خانصاحب کی مجلس میں اُسی علمی مذاق میں اچھا وقت گزارتے رہے اور وکیل صاحب و دیگر امرار قدر دانوں کی وفات کے بعد خانصاحب نے بعمر اسّی سالہ ۱۹۱۴ء بماہ رمضان المبارک شیخ وزیر صاحب اپنے رفیق کے مکان پر انتقال کیا اور مرحوم کی وصیت کے موافق کہ "مجھ کو میرے یار کے پاس دفن کیا جائے" جن کی صحبت میں ۴۰ سال گزرے تھے چنانچہ گورستان موتی باغ ٹونک میں دفن کئے گئے اور علم مجلسی کی پہلی شمع وکیل صاحب گل ہو چکی تھی یہ دوسری شمع بھی گل ہو گئی۔

منشی احمداللہ خان ٹونک کے انقلابات سے گوالیار محکمہ آبپاشی میں مقرر ہوئے حکیم صاحب نے بدستور مقیم ٹونک رہکر اللہ اللہ سے اپنی مجلس کو گرم رکھا اور احمداللہ خان کے فرزندان مجیداللہ خان۔ سعیداللہ خان۔ ہدایت اللہ خان کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہتے اور فراہمی نسخہ جات حکمار و نیز کیمیا گری کے ہم مذاقوں میں اکثر اوقات گزارتے چار کا لنگر ہمیشہ جاری رہتا چار کے جام۔ فنجان سے کوئی محروم نہ جاتا۔ مرزا محمد علی خان جو ڈیشل ممبر ٹونک مرزا اکبر علیخاں۔ مرزا تہور علیخاں و مرزا واجد علی بیگ و مرزا واحد علی بیگ

و مرزا حامد علی خان میر منشی دربار ٹونک یہہ خاندان حکیم صاحب سے کامل عقیدت
رکھنے والا تھا اور ہے۔ ایک مرتبہ حکیم صاحب کو مرزا محمد علیخان دہلی لیگئے اور اپنا
مہمان کر کے دہلی کے فارسی مشاعرہ میں ۱۸۱۹ء جہاں اہل زبان ایرانی شعراء
بھی تھے اور طرح صائب کے دام پر دی گئی تھی اور مرزا صاحب نے حکیم صاحب
کو مذاقیہ طور سے ایرانی مشہور کیا تھا چونکہ حکیم صاحب خوبصورت لپستہ قد۔
ورزشی جسم نورانی چہرہ شوخ داڑی شرعی لباس نہایت سفید پوش وضع قطع
کے انسان تھے مجلس میں ایرانی ہی خیال کئے گئے اور کلام مثل اہل زبان
کے پڑھا جانے سے ایرانیوں نے اپنا برادر سمجھکر اور کلام کا پایہ بلند مانتے ہوئے
مرحبا کے نعروں سے داد دی اور حکیم صاحب سے بغل گیر ہوئے دوسرے
روز یہہ عُقدہ کُھلا کہ یہہ حضرت مضطر ٹونکی ہیں۔ حیران اور ششدر ہوئے۔
خطۂ ٹونک اور وہاں کے اساتذہ تعلیم اور شعرا کو مثل اہل زبان ماننا پڑا۔
یہہ واقعات مولف سے حکیم صاحب مرحوم نے چند مرتبہ خود فرمائے اور مرزا
صاحبان سے بھی سُنے۔ مصرعہ طرح یہہ تھا۔

زور یا میکشد بیا دردام آہستہ آہستہ

چند اشعار غزل حکیم مضطر صاحب نمونتاً درج ذیل ہیں۔

ہوای سُنتِ خیرالانام آہستہ آہستہ
رساندتا بردار السلام آہستہ آہستہ

ز پیرِ میکدہ الفت پذیر اے دل اگر خواہی
بہ بزم می پرستان احترام آہستہ آہستہ

مگر پیر سے خمیدہ پشت یا اہلِ شباب اے دل
پس از تسلیم میگوید پیام آہستہ آہستہ

بجائے انگبین این چرخ نافر جام ہر کس را
زتلخی زہر میریزد بکام آہستہ آہستہ

زجور ناکسان ہرگز منال اندر جہان دائم
بگیرد گردشِ دوران انتقام آہستہ آہستہ

بہر کس لازم اُفتاد است رفتن زین جہاں آخر
چو مرغانِ چمن ہنگام شام آہستہ آہستہ

حکیم صاحب چند سال تک میواڑ میں سرحد امین اور کامدار (نائب دیوان) کی خدمات پر رہکر کچھ عرصہ تک جاورہ بعہد نواب اسمٰعیل علیخان احتشام الدولہ بہادر مغفور اپنے عقیدتمند صاحبزادہ حضرت نورخانصاحب نائب ریاست کی قدردانی سے وظیفہ خوار نواب صاحب جاورہ سٹیٹ بھی رہے اور اساتذہ کی خدمت میں اپنے ملجا و ماوئی ٹونک میں واپس ہوتے رہے۔ صوفی محمد حسین خان کے انتقال سے ٹونک سے قطعی برداشتہ خاطر ہوکر سنہ ۱۹۰۳ء میں اودیپور میواڑ تشریف لے گئے چونکہ یہاں نے احباب آغا مرزا محمدی بیگ صاحب جاورہ دیوان پرتاب گڈھ مرزا واجد علی۔ مرزا واحد علی۔ مولوی

معین الدین دیوبندی۔ ڈاکٹر سلیم صاحب دربار کانپوری اور بہت سے معزز معتقدین ہندو مسلمان افسران سابقہ ملاقات والے موجود تھے۔ حکیم صاحب کے علاج معالجات اور دست شفا روحانی فیض نے عام اور خاص میں مقبول کیا اور رفتہ رفتہ دو سال کے بعد بکوشش وسفارش اپنے شاگرد ڈاکٹر سلیم زمرہ حکمار رانا میواڑ داخل ہو کر معالج خاص ایک مدت تک رہے اور رانا سر فتح سنگھ جی والی میواڑ حکیم صاحب کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے اور مرحوم کی دوا اور دعا کے معتقد تھے۔ میواڑ میں بھی حکیم صاحب کی علمی مجلس علمار صوفیار۔ دیگر مذاہب کے مجتہد۔ سیاح۔ قلندر۔ بادشاہ مشہور سیاح درویش ہفت زبان تک شریک مجلس ہوتے۔ جہاں چار کا فنجان بھی چلتا اور اکثر مسائل میں علمار کے باہمی اختلافات میں بحث مباحثہ کی چوٹیں ہو جاتیں حکیم صاحب صوفی منش اور فرقہ بازی کے خلاف تھے۔ ثالث بالخیر ہو کر باہمی اختلافات کو قرآن۔ احادیث اقوال بزرگان دین وحکمار کے چند فقروں میں فریقین کا اطمینان کرا دیتے اور اور ہمیشہ اسلام میں اصلاح واتحاد کی کوشش کرتے یہی وجہ تھی کہ ہر فرقہ کا مجتہد امام حکیم صاحب کو اپنا پیر و مرشد خیال کرتا اور حکیم صاحب اپنے اساتذہ کیلئے دست بدعار مغفرت رہتے کہ یہ ان حضرت کا طفیل ہے کہ فقیر کو آج

مخلوق حکیم صاحب قبلہ کہتی ہے اور بھی چند الفاظ اپنی خاکساری کیلئے استعمال فرماتے۔ ان کی مجلس میں حاجی ناتھو جی خلیفہ اور حاجی علی جھپا اور وزیر بھائی وچھوٹو بھائی تہجد گزار و حکیم بشیر محمد خان و بیر اسد علی بڑے اسلامی مخلوق عقید تمندوں میں سے تھے۔ اور فقہ حدیث کے مسائل سے بہت زیادہ واقف تھے۔ حکیم صاحب کو ان سے بہت محبت تھی ۱۹۰۷ء میں و ۱۹۱۶ء جب میواڑ میں پلیگ کا زور ہوا تو تمام شہر خالی ہو گیا مگر حکیم صاحب مع اپنے اہل محلہ کے جو غریب سپاہی تھے بدستور رہے۔ پلیگ ختم ہونے پر مخلوق واپس شہر ہوئی حکیم صاحب اور اُن کے اہل محلہ کو بعافیت اور بخیریت پایا بڑے بڑے حکام مسلمان نے حکیم صاحب کو زمانہ پلیگ میں بہت زور دیا اور خدمات کرنے کا وعدہ کیا لیکن مرحوم نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی اور حدیث نبوی پر عمل پیرا رہے مع اپنی صاحبزادی مریضہ جن کے ۲۵ سال تک علاج معالجہ میں وقت صرف کرتے اور اپنی صوفیانہ تعلیم سے اُن کو رنگ دیا تھا خاص صاحبزادی عابدہ زاہدہ مردان خدا سے ہوئی تھیں۔ چونکہ مولف کی پرورش و تعلیم زیادہ تر حکیم صاحب و صاحبزادی حکیم صاحب نے کی تھی اس واسطے یہ واقعات حکیم صاحب کے فرمودہ اور گزرے ہوئے چشم دید مولف ہیں

لے ایک نکاح سے زیادہ نہیں کیا۔

اسی بنار پر بلا کسی تصنع و افراط و تفریط بناوٹ کے یہ واقعات قلمبند کئے گئے۔
جن کا قلمی ریکارڈ بھی موجود ہے اور یہی وہ حالات ہیں کہ جن کی وجہ سے
حکیم صاحب میواڑ میں غوث۔ قطب مانے گئے اور آجتک پیر عبداللہ خاں کے
نام سے مشہور خاص و عام ہیں۔ اور ۱۹۰۳ء سے بقیہ عمر کا حصہ میواڑ میں ختم کیا۔
میواڑ کے قیام میں باوجود اس مرتبہ پر پہونچنے کے اور ہزارہا معتقدین
کے کسی بھی فرد کو مرید نہیں کیا اور نہ کسی امرار کی خدمت میں گئے نہ سر جھکایا
اور نہ فوٹو کھنچنے کا موقع دیا۔ درس تدریس ظاہری و باطنی عام طور پر دیتے
رہے اور شعر و شاعری کا خبط نہیں تھا بلکہ جس وقت آمد ہوتی۔ کلام کہتے اور
پرچے بستہ میں باندھکر صندوق میں پٹک دیتے۔ اور فرماتے کہ ہم کیا اور
ہماری شاعری کیا۔ اس موقعہ پر یہہ شعر جامی علیہ الرحمتہ کا ضرور پڑھتے ؎

حریفاں بادہا خوردند و رفتند　　تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

آپ کو وقتاً فوقتاً سیاحان فارس آغا اسمٰعیل آغا کمال الدین خاں سنجر
آغا میر محمد تقی طہرانی نے مجلس شعر و سخن میں فارسی کلام سننے کے بعد ہمیشہ
اہل زبان سے مخاطب کیا ہے۔ حکیم صاحب کو تشہیر کلام سے نفرت رہی اور
معتقدین کے اصرار پر بھی کبھی کسی اخبار یا رسالہ میں بھی اپنا کلام درج کرانا

بے حد پسند نہیں فرمایا۔ مولف کو طالب علمی کے زمانہ میں دو نصیحت ضرور فرماتے
تھے کہ شاعری اور کیمیاگری کے مذاق میں نہ پھنسنا موقع ملے تو ہمارے
کلام کو طبع کراکر احباب اور اہل ذوق تک پہونچا دینا یہ تمہاری ہی شاعری
سمجھی جائیگی مرحوم نے مولف کی ظاہری و باطنی تعلیم اعلیٰ طریقہ سے کی اور
تصوف میں عین الیقین کی حد تک پہونچایا مگر دور جدید اور ودیعت کردہ امانتوں
کی حفاظت نہ کرتے ہوئے ترک نگہداشت ہوئی۔ اور مکروہات کے ارتکابات
سے آیندہ فیض و کرامت سے محروم ہوگیا تاہم اس عاصی کو پیر معظم (تایا) کے
استاد اور پیر روحانی ہونے کا فخر اور نازہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
دو مرتبہ زیارت نصیب ہوئی۔ حکیم صاحب نے اپنے آپ کو اور کلام کو گمنامی
میں رکھا جو کہ نقشبند صوفیاء کا طریق عمل رہا ہے۔ وفات سے دو سال قبل
مجذوب سالک ہو چکے تھے مکان ہی بند ذکر قلبی ہمہ وقت جاری یہی حالت
صاحبزادی کی رہی۔ مجید اللہ خاں برادر زادہ خدمت میں حاضر رہے گو واقع
تاریخ ۹ یوم شنبہ ماہ جون ۳۳ء ۱۹۲۳ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو بعمر
۸۰ سالہ رحلت فرمائی ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور گورستان
اور پیور میں ہی مدفون ہوئے۔

۱۹۳۲ء میں تمام ذخیرہ کلام نسخہ جات۔ عملیات وغیرہ اس وقت بمقام تلیین راجگڑھ سٹیٹ مولف کو پہونچا کہ پدر مولف بمقام کرنال انتقال کر چکے تھے اور مزید براں فرزند امان اللہ خاں بعمر ۱۲ سالہ جو مغربی تعلیم کے علاوہ مشرقی اور روحانی تعلیم میں حکیم صاحب کے قدم بقدم جا رہا تھا اور کلام قدما اور رباعیات عمر خیام سے خاص مذاق رکھتا تھا داغ مفارقت دے گیا مولف کی حالت مجذوبانہ ہو چکی تھی خیام کے فلسفہ اور دیگر رباعیات کے مطالعہ اور حکیم صاحب کے کلام کی ترتیب میں ہمہ تن مشغول ہو گیا اور تمام اپنے خانگی کاروبار اور ملازمت کو خیر باد کہہ کر دہلی بھوپال وغیرہ کی سیر و سیاحت اور انہماک طباعت رباعیات میں ۱۲ سال تک جد و جہد کرتا رہا مگر کوئی سخن شناس اور قدردان نہیں ملا جو وعدے ہوئے وہ جھوٹے اور حاسدین شعرا نے امرا تک نہ پہونچنے دیا۔ کلام کی زیادہ توصیف مولف کی زبان سے بیکار ہوگی۔ ع

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید

حکیم صاحب کی شاعری اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً کے تحت ہے۔

(رشید لونکی)

(۱)

ہر سبزہ بچمن افزا زبانے دارد
ہر ذرہ ز جلوہ اش نشانے دارد
بنگر بزمین و آسمان صنعت او
ہر قطرۂ آب صد جہانے دارد

(۲)

اے آنکہ بہ پرکاری توفیقت قل ہو اللہ احد
نگہدار تن و جان ابو اللہ الصمد
لم یلد و لم یولد ہمہ جا دستگیر
دافع غم ہر کہ لم یکن لہ کفواً احد

(۱۳)

یارب بکرم جادهٔ تحقیق عطا کن
ور نیک و بدم طاقت تفتیش عطا کن
از بنده بجز سستی اعمال چه خیزد
تو بنده نوازی کن و توفیق عطا کن

(۱۴)

یارب ز تو من بیکس و بیچاره‌ام
درمانده بیکس بیار و اغیارم
ای بنده نواز از بندهٔ خود رو مرا
در بیکسان بیکس از بیکس خوارم

(۵)

میزان سخن سنج بدار و بکیه
سنجیدن اوصاف احد را والله
ممکن چو نگنجد چه عجب جای واجب
مخلوق ثناست خالق الله الله

(۶)

حقا بر ضیای خویش لا تقصیروه
در باطل و حق تمیز تحقیق ده
شرمنده ام از گناه ای عذر پذیر
زین یاوه سرا بعفو تخفیف ده

(١٣)
این ارض و سما ز آسمان دیگر است
گلهای جهان ز بوستان دیگر است
سر حقیقتش نه هویدا چنین
کین هستی ما ز نشان آن دیگر است
(١٤)

(۱۵)
(۱۶)

(۱۷)
بازآ کہ بسوی دوست گلگشت کنیم
از بوی خوشش مشام جان مست کنیم
با خیل کہ نیست طاقت پروازی
با بال کہ شوق سوی او جست کنیم
(۱۸)
از صحابہ اثری یافت ز قوم امیر
بلکہ بد رفیق اوان نہ شود باز
نسبت شہ نگردی بہ سلیمان نکنم

(۱۹)
لولاک لما خلقت الافلاک
(۲۰)

(۲۱)

منظور حق است کنیم ثنای آن سرور دین
شد اول جمله خلق و اظهار پسین
ما بین دو وارثیم ما را چه غم است
چون اول او آخر است آن صدر نشین

(۲۲)

شد فخر رسل بعلم عرش برین
ملکوت سمای او سود بند جبین
سرو بد خلیفه بعد او نبد راح
الحمد الله چه نسبت با فتن زمن

(۱۴۲)

آن فخر جمیل بدیع عالم الدین
سرمایۂ کائنات و سر پایندۂ حسن
وانکس کہ رسید پایہ پایہ اش تا بکجا
تشریف قبول یافت ازو صوت سخن

(۱۴۳)

در عالم قدس جلوہ گاہی کہ توئی
بر چرخ ضیائی مہر و ماہی کہ توئی
لولاک کہ حکایتیست از رتبۂ تو
مقصود دو عالم صبح گاہی کہ توئی

(۳۹)

از پرتو جمال تو مہر منیر است

از فیض کمال تو سپہر پیر است

یا شاہا مثل عطائے تو عالمگیر است

منتظر خستہ بیمار نگاہے

(۴۰)

قلندرے نیم نہ صوفی نہ رند بادہ پرست

نہ ذوق عیش نہ ترک لذتے نہ تاب عبادت ہست

ببین نہ پیرم نہ شاعرم نہ عالمم نہ طبیب

کہ چیستم اسیر سر تیغ ابروی بخت

نیم

(۳۱)

ایدل تو دمی بیاد رحمن نشدی

وز کرده خویشتن پشیمان نشدی

صوفی و فقیه و عالم و دانشمند

این جمله شدی و لی مسلمان نشدی

۳۲

در حیرت این نکته جگرها خون است

وحدت بسراسر و کثرت پیدا است

ما را بصفات خویش مشغول نمود

با اینهمه این چون و چرا بیچون است

(٣٣)

سر از خط تقدیر کشیدن نتوان
از چنگ اجل جان رہیدن نتوان
جز پیروی سنت نبوی مضطر
بمنزل مقصود رسیدن نتوان

(٣٤)

فارغ ز کم و بیش کالعدم باید بود
بے غم ز گزشتہ چشم نم باید بود
می باید بود در طاعت رب جلیل
مضطر بہ تن و ذلیل سرخم باید بود

(۳۵)
فاعتبروا یا اولی الابصار
(۳۶)
ساخته بود

(۳۹)

صوفی بسماع و وجد پیوسته بحال
زاهد به نماز و روزه مشغول بکمال
رندان خرابات نشین با همه جرم
بر وسعت رحمت تو دارند اقبال

(۴۰)

از فهم حقایق چه زنی لاف چه نازی
زین حرف و حکایت نشوی رومی و رازی
سودی نبود از همه افسانه طرازی
تا در سر این کار تو خود را نگدازی

(۴۱)

کور چشمی را نگاه دور بین پنداشتند
بدگمانی را ارادهٔ صدق و یقین پنداشتند
وای بر حال دگرگونی این دور زمان
مایهٔ دنیای سود دون را نقد دین پنداشتند

(۴۲)

مهر عالمتاب را تاب جبین پنداشتند
نور ذات سرمدی را آتشین پنداشتند
منکران شان نبوت را ز فهم نارسا ضعیف
آسمان ابدیت را پایهٔ زمین پنداشتند

(۳۳)

زال دنیا را عروس مه جبین پنداشتند
حسن زر را سیم و زر را انگبین پنداشتند
مردم از نا عاقبت اندیشی اهل جهان
زینکه مار آستین را همنشین پنداشتند

(۳۴)

دشمن جان را نگار مهربان پنداشتیم
بر جفای تازه اش را ارمغان پنداشتیم
من بپای خویش رفتم در سر راه اجل
این بیابان را بسان کاروان پنداشتیم

(۴۵)

زین پس که فدای روی دلدار شد
بخشش چو بہار و دلدار شد
بیچ است اگرچه گشت سلطان جہان
عزت نه گرفت چون سزاوار شد

(۴۶)

بدمستی که دارد او مستی پیشه
بر بی لب شباب مستی پیشه
دوران جہان پس که نه سازد و دایم
بشکست چو شیشه بہ تیشہ مستی پیشه

(۴۷)

ای طالب لذت جهان فانی
گر لذت باقی نمیدانی
جز هیچ مخیز عیش دنیای دنی
گر بشنوی این هیچ هیچ هست تو دانی

(۴۸)

تا چند بیازیچهٔ طفلان بازی
تاکی تو بدین دولت دنیا نازی
جاوید نه پس ماند و نماند یکسان
منتظر بگه دو رطل اول پردازی

(۴۹)

تا لذت دنیا ندهی ترک تن و دین
سودی ندهد دلق نه پیراهن رنگین
از سبحه صد دانه نه تمیز و بوس پشمین
از لذت او کار نه سازند خدا بین

۵۰

ای باده بزم جام و ساقی تا کی
این عیش و نشاط اتفاقی تا کی
گیرم که چو جم شدی درین دیر خراب
ای ناشدنی حیات باقی تا کی

(۱۵)

چون نخل شناسات نیستی آزاد و بار
بخشنده تا آراستن باپدار
مستی گردو لیل مستی مستی عیان
بیادادم ادواپسین شماری ابید

(۱۶)

ازصورت دلبراو وفانی مطلب
ازمستی تا پرنیا اتفاقی مطلب
ازاول اتفاق باوی اخلاص مجو
اسرار شیان از سر گیلی مطلب

(۵۵)

تا خیال چشم مستی لعلت ای ساقی شوی
تا ز بند و بند این دانش و بینش شوی
خاک پای قدم پیر اہل دل شو تا پاکیم
ہر چنین گر قلب تا ہمہ آئینہ شوی

(۵۶)

دو فکر از جاده مقصد جدا افتاده‌ام
جستجوی تاج و تکلیف سر بیافتاده‌ام
ای دل غم خندہ و دولت دنیای دون
از الفت بتان تجرد باحلا شده‌ام

(۵۷)

تبغ و مصطکی و پیازو داری
از زنده‌ی سبیج نجات نغو داری
قربان بیرین بیلک و درویشیلیق
از فقر بیسی دوروی آزانغه داری

(۵۸)

صوفی لیسه بر قدرت حق جوی سر
عارف بیر ابراو همه تن جتیم بینشر
ارباب کلیه بابار ابوجلالت سمر اشندر
مستندر و بیلشندرو نخیرار ابنج

(۵۹)

ایدل تو دمی صحبت دانا بہ نشین
یا با ضمیر لطیف و رعنا بہ نشین
زیبا بر دو ترا اسیر نشوند
اوقات مکن ضایع و تنہا بہ نشین

(۶۰)

عشاق کہ دلبرے می جویند
از باد چمن نسیم او می بویند
سر بوالہوسان بستر این رہ رسمند
بے نقش قدم ترکہ بسوی می پویند

(۶۱)

ز فضل ساز نوای کارساز کامم را
قبول خاطر احباب سخن کلامم را
نه بنده ام که بتخجیز تو خدا نمی دانم
سخن با بیک شقاوت تو ثبت نامم را

(۶۲)

جبر است روی قلم شیبا بیزد
به خط ازل وقت مسر شیبا بیزد
بیجا بوده که می کنند کجوار از قضا بیر
بپیا بیا بید و بید و مر شیب بیزد

(۶۳)

اندر دو فراق یار و دوستان همدم
وز بیم رقیب اغنزه و رفیقان پیهم
با هم بگله گذشت دل و لیکن چه توان
بنشینم ز بهار ابر بهار اشکم

(۶۴)

چشمک بتا ز بس سوسن نظرے
این نیست که نیست دیت جهان فرزنے
هستند بسی ز کاملان پر فن
می باید قدر دان صاحب نظرے

(۶۵)

از زلف خمش هزار پیچ و تابی بانم
وز تاب رخش بهر آفتابی بانم
ماندم ز شب دراز و در بلای سرچیپ
از مه رخیان الصد عذابی بانم

(۶۶)

در راه طریقت نزده گامی چند
گمره ز ره تحقیق شدگان عامی چند
چون دیو بزیبند دین مردم را
بدنام کننده نکونامی چند

(۶۷)
از علم بشر شده حاصل العلما
شد عالم علم این ارض و سما
(۶۸)

(۶۹)

فرمانده این شاه و گدای گردون

دربند بلا عقده کشای گردون

پیش کسی رو که دشوار به نزدش آسان

حقا که نشیند به خدای گردون

(۷۰)

سرچشمهٔ علم است ز اسرار جلی

بی علم شنیدی که بود هیچ ولی

حسن جو به ره یاب نبی از علم

با مسلک معرفت بیابی ز علی

حقا کہ جہان فانی و باقی باقی

(۱۳۷)

از خنجر دوست تا نباشی صوفی
سر بر سر این نام نشوی معروفی
تا نام و نشان ز سر نہی اسکار و ریش
کی در صفت فقر شوی موصوفی

(۱۳۸)

صوفی بحدیث مصطفیٰ باید بود
زاہد بطریق مرتضیٰ باید بود
پس باید بود و پیرو قیاس اہل سلوک
من بعد از آن کہ تنہا باید بود

(۵۷)

بیستی بے ثبات دیوانہ شد
پیش شمع رخان این دل پروانہ شد
عبرت بہ پذیرید از حکایات جہان
در قصہ دیگران تو افسانہ مشد

(۶۷)

چوں عاشق آن مرد دیدم بیمار شدم
چشم منتظر بہ دیدہ بیدار شدم
پروانہ صفت سوختہ عمر عمری
تا از پی سوختہ دلدار شدم

(۱۷۷)

آمد چو صبا و باز برگشت شتاب
چون لمحه برق بود و یا موج سراب
اندر نفس حزین چه گویم خبری
افسانه خواب بود و یا عهد شباب

(۱۷۸)

از پرده برآ که مهر و ماهی ایدل
مشتاق چه کنوز مستتاری ایدل
بیگانه شوی ز خویش ورنه بخدا
بیرون ز تو نیست آنچه خواهی ایدل

(۷۹)

یارب بکرم عطای استغنا فرما
من لطف خلاصم از تعالی است فرما
از عفو بنی شب چه جز فیروزی صبح
اعمال تبه بر آراسته است فرما

(۸۰)

دردا حسرتا ز رنج زحیر و پشم خوف و خطر
با بند نظری بسوی یزدان مضطر
از علم امیر ابلیس گذشت از ملکوت
بنگر که اسیر پایه پایش تا بکجاست

(۸۳)
هر بطن صدف نه گوهر است بیمایه
هر گل چمن نه بوی از خویشتن افزاید
عمری باید که تا چو سلطان حمید
بر او ز زمین سروری افزاید
(۸۴)
از کردن ناصواب تنگ آید دل
از صحبت نفس بد ملولیم و خجل

(۸۵)
(۸۶)

(٨٧)

زاہد ز جہاں قناعتی می خواہم
رندے ز مستی و سرو قامتی می خواہم
ہر کس بہ بساط خویش پیماید گام
مضطر بدل استقامتی می خواہم

(٨٨)

رحمتت بلاکش عاصیان است مدام
عفو و کرمش بہ ہر کسے انعام
بیچارہ گناہ دار کہ پیش مضطر
دریاب کہ غفور و غفارا نام

(۹۱)

در هر دو جهان جز کرمت یاری نیست
جز فضل بیار گاه تو باری نیست
خفا که سبب و دیدیم سود ندارد
جز درگه تو جز بسر کاری نیست

(۹۲)

بوی نافه و سرزلف معنبر کرد است
مه افلاک سرگشته زانبوه کرد است
زان لب چو جوان شود این آب حیات
از ظلمات از خشم سرگشته تر است

(٩٣)

کہ حسب و نسب جلد و پدر محمود است

با علم و ہنر دولت عالی بود است

تا باقی این زمانہ

جز سیم و زر کہ آنچہ بود مردود است

(۹۵)

منتظر قدمے صدق چو بپا بند آگردد
صد عقده بیک شکل ہمی وا گردد
مطلوب شود طالب و طالب مطلب
مجنون صفت ار مستی لیلیٰ گردد

(۹۶)

یا خاتمه بالقرآن بعد از ایمان
لاتتبع الهوی بگوش دل این سخنان
اینست خلاصه ز فرقان مجید
یارب تو نصیب ہر مسلمان گردان

(۹۷)

زان سان علیل است سپهر مطلق
اندیشه شفای جمله امراض فلق
الا شیخ الهوی کمال تبریز شود
با جاذبهٔ اعتدال وارد بر حق

(۹۸)

عمرم همه شد تباه در فسق و فجور
روزی نشدم شکسته پیکان از شور
جز رحمت تو چارهٔ نیست دگر
بخشندهٔ مسلمانانی خداوند غفور

(۱۰۱) سخن
اسرار درون خویش پیش کسی را چه سخن
در خاموشی بسوز ولی اخشیر تیز سخن
تا هستیست بارض و سما جلوه گر شود
جز آرزوی او دوست بهوای دگر سخن
(۱۰۲) نشنیده که بیبتر قارون چه اوفتاد سخن
ای بوالهوس بسیر و تماشای زر سخن
ترکی آرزو و قبول مطالع خویش سخن
تا داران هیچ سخن ز حقارت تا سخن

(۱۰۳)
ببر دل خسته پیش سرو چمن
(۱۰۴)

(۱۵۰)
در فسق و فجور بسر کرده صبح و شام
در لهو و لعب نموده عمر تمام
بازار در کمین است اجل
غافل نشین که آمده وقت پیام
(۱۰۶)
صوفی ز شرح حق حقیقت گهر فشان
واعظ ز نور نغمه نقش میکند بیان
در شهر کس نشد این راز منکشف
جز مستی که هست بر فیض است و نشان بیان

(۱۱۱)
(۱۱۲)

(۱۱۳)

صد عیش و نشاط کامرانی دیدیم
صد ماتم و محنت شادمانی دیدیم
عبرت نپذیرد از جهان گذران
الله باقی و جهان فانی دیدیم

(۱۱۴)

بنشین و دمی حدیث دلداری کن
جان در قدم نثار آن یاری کن
حب عشق مراد و سرکرده ان کالعدم ست
در کو بنشین و سبکباری کن

(۱۱۷)

سرچشمی به حقیقت از سرشت گل نیست
رنجی خفی ابروی بتان بسمل نیست
از همه بیداردی مخلوق بود و فخر است
دل ابله و دیگران بتخمیر است و دل نیست

(۱۱۸)

جلوه راه فنا تا سر غباری نرسد
لیک بشتاب که آرایش آن بی‌سبب نیست
پس خاک من جسته پس سرش بشتافت
با سنگ تیز تشنه‌ام زری باکل نیست

(۱۱۹)

تا ترک هوای خودپرستی نکنی
مستی آن نشاء مستی نکنی
بارت ندهند بدر پیر مغان
تا بر دل خود حرام مستی نکنی

(۱۲۰)

ای آنکه ز نیست هست فرمود ترا
از جن و ملک بسجده ابتدا افزود ترا
آن سجده اشارتیست عابد باشی
غافل نشوی که هست معبود ترا

(۱۳۱)

ای بیکس که بازار وزان محو آبه بجویش
از راحت دنیا نبرد جز جگر خویش
بیمار شدن از شرب اسلام بود دار
از جلوه دین نبوی کام بنوش

(۱۳۲)

سہ بات گر نشد شاداب آمد پیری
به عمر تو ای تازه دور سیری
ادب جنات شد نابلست ای خانه خراب
تا فلک کہ می ازین کی تو تا سیری

(۱۳۳)

چشم بگشا و سوی سوسن نظری
یک ذره و برگ نیست زو بیخبری
ای مایه صنعت الهی آیات
با این دل و دیده تو نداری اثری

(۱۳۴)

چون کار نصیحت است گر گوشی به
چون گفته او شنیدنی با هوشی به
چون نامه حسابست خموشی به
چون نیک نزد عمر بدروشی به

(١٢٧)

تا قوّتی اندر اعضای وجود باشد و ور باشد

از عشقی وی ار یک دل دو دل مشغول باشد

باشد چون قطره که بکوه خلوت اندرون تن جوید

حباب وقت شکستن از جا بجای عالم ایمان

(١٢٨)

منظور جهان سبب بقای آدم است

آن هستی اول و دنیا عالم حسیست

چون پای نبسته به بسته باشد تشبیه یار

در راحت و رنج شادی می باید زیست

(۱۲۹)

در باغ شدم سنبل و ریحان دیدم
در بزم شدم ماہ جبینان دیدم
از ذرہ ہر یک صنعتش جلوہ فروز
در ارض و سماش شان یزدان دیدم

(۱۳۰)

حدیث سر انا الحق نہ فہم ما و شماست
ورکہ بودہ کہ باشد بگو کہ ہستی ماست
صفات ذات خدا است ما و من ورنہ
نمود ہستی ہر بود جلوہ گر خداست

(۱۳۱)

شد شام شباب و صبح پیری بدمید
اندبار گنه بار بر پشت خمید
می لرزد و دو دست و پا سراسر است دراز
گر سرتنگی مار و چگونه خواهیم برید

(۱۳۲)

ای شان تو بیشتر از بلندی و پستی
ای هستی تو ز خود و در بستی
مضطر نگسلند تعین بگفتگو ای منکر
لاریب خدای ما تو ای هستی ما

لا حول و لا قوة الا بالله

(۱۳۷)

در فتنه این زمانهٔ شورانگیز
برخیز و بهر جا که توانی بگریز
دریای که آتش ریختن ندارد پایاب
دست از ورد و دامن خلوت آویز

(۱۳۸)

هر کس که دمی بهر جهان نیک شناخت
از بهر فنا مست اندر او خانه بساخت
این کهنه رباط را عمارت چه کنی
زحمت چه کشی که پیش بباید پرداخت

(۱۳۹)

در کار جهان نگاه کردیم بسی
گویا نظری هست تمکین قفسی
ابنای زمانه در دم باز نفسی
هستند مقید هوا و هوسی

(۱۴۰)

این اهل جهان چو طائران در قفس اند
محتاج بهم به عمر یک نفس اند
با اینهمه بی کسی و بی بال و پری
باهم نفس اند و در پی هم نفس اند

(١٨٥)

با سنبل و ریحان چنین خوشبوئے
ولدوز مه و مهر چو آن گل روئے
صد مستی این باده ندارد نسبت
با شوخی آن چشم پریشان موئے

(١٨٦)

از بزم حضور تا کے مہجوری
وا داده است ترا خودی و بلندی دستوری
غافل منشین که شام گردید سحر
ای زنده جاوید چرا در گوری

(۱۴۷)
علم است که سرمایهٔ دین و دنیاست
علم است که ایمان و یقین زو پیداست
بی علم بهم رفت از اسپیدان مشکل
علم است کلید مخزن سر خداست
(۱۴۸)
اہل صورت جمال می دارند
اہل سیرت کمال می دارند
من نه این دارم و نه آن مضطر
پیش ایشان ابتهال می دارند

(۱۰۵۹)
ای کامل الیقین از پی ایمان بکوشید
دین را عوض دولت فانی مفروشید
مانند سگان در طلب جیفه و فریب
با عشق عوض بیهوده چرا جنگ و خروشید
(۱۰۶۰)
بلبل بچمن زخمه زنان در وادی
مشتاق از گیسو و قد بین تکابی

نوٹ:- رباعی زاید نمبر ۱۸۹ درج ہے

(۱۵۳)

در سر چه بسی سر نهان بی سود است
بی حسن عمل علم و بیان بی سود است
هستی همه جا ست که تن هر جا تی
آنچه بسر خوبی است موجود است

رباعیات در صفت چار بطریق اهل الله

(۱۵۴)

هر قطره چار آفتابی دارد
الله الله چه آب و تابی دارد
هر حرف بشرح و حدیث زبان گویا
از ذوق معرفت کتابی دارد

۱۵۵

شد خوردن چای طریقت اهل الله
یاری دهد این به پیروان درگاه
آنکس که مذاق این ندارد گوئی
لا حول ولا قوة الا بالله

۱۵۶

رنگ رخ چای طرفه زیبی دارد
بر دل عاشقان شکیبی دارد
زین مشرب صالح کسیکه آگاه شد
در مسلک اهل حال نصیبی دارد

۱۵۷

چون حاصل رفیق پخته کار و دو سوز
آری که جهان ندیده‌ام دوست هنوز
الله الله چه پایه‌ای نیک بده است
با این پیری نگی که دارد شب و روز

۱۵۸

هر دل که مذاق جای گلگشتش نیست
با دوستان مستی هم بار سلستش نیست
فارغ ز جهان بی‌غم بیگیرد و دو شاد
قانع است به یک کس و یکیش خویش نیست

(۱۵۹۱)

در خیر کسان نه کس در نیکی دارد
از خدمت شاه پیش بیش نه تنگی دارد
صوفی و درویش از نشه شراب دارد کار
این ناله ز بنگ خوب نیکی دارد

(۱۶۰۱)

از خوردن چای بنگ دل گردد ورد
بر جمع حیات تازه بخش زنده ور
فغانی چای لب گشته و لب بسوزی
بیشتر از باده جام پر بود

(۱۶۱)

جام جم بر بخت شاه سنجر هیچ است
دارای جهان و تخت و افسر هیچ است
چون آب حیات هست این آب نبات
پیش آنکه خورد و جام اسکندر هیچ است

(۱۶۲)

ای آنکه بخلوت ز پری حور چه داری
در لب شکر شکن از دور چه داری
بنشین و بخور جرعهٔ جامی گلرنگ
پیش از هوس بادهٔ انگور چه داری

(۱۶۵)

دیده آمد چاه ها هست شیر پنهان
پرورد او را خدا از آب حیوان
گر دیده هر ایک نخل زان آب حیات
الله الله شد هزار گونه مقبول جهان

(۱۶۶)

از خوردن چاه جمله امراض بدن
معدوم شوند بالیقین جز مردن
باور نکنی اگر شنیدی دو سه بار
شک نیست که مشو جوان پیر کهن

(۱۶۷)

آن مسلک صلح کل طریق حکما
جز خوردن چای نیست در مشرب ما
صوفی و فقیه و رند و ادیب زبیرود
چون شیر و شکر شوند با هم یکجا

(۱۶۸)

از آبحیات قصه‌ها شنیدی ایل
جز اسم بسی ازش ندیدی ایل
ازین خبر گمان بسی چای است
باور بکنی اگر چشیدی ایل

(۱۰۶۹)

داروے حیات و تندرستی چا است
مستی شکن و پناه خستی چا است
زینت سرشت این از آب حیوان
حیوان به جوان و پیر لیستی چا است

(۱۰۷۰)

خوش از پے درد دل دوای چا
لب راحت روح و دلفزای چا
هر چند که زاده خطا ے لیکن
ما را بصواب ره نمای چا

(۱۲۳)

رنگ و حنا و بادہ و گل گلبدن زچاہ
شوخی زعفران و بہار چمن زچاہ
از عجبیات بستمر تبریز ثبات او بپاید
گلنار از جبلہ حسن و خطا و ختن زچاہ

(۱۲۴)

راحت و روح مجنون شیوی تو بی با چیزی نیست
جان و دل شگفتہ روی تو بی با چیزی نیست
نمر ضک کردہ مرکزتہ از عجبیات ای ما در چاہ
چشم عالم بہشت اوی کا اوی با چیزی نیست

(۱۶۵)

صد فکر ز دل دور نمائی به ازین نیست
بهر دل پیوند دوائی به ازین نیست
افسرده دلی را انکه ادرو سے کم جات
آری بجهان روح فزائی به ازین نیست

(۱۶۶)

رنگ رخ و لب آرایش چیزی نیست
بر چهره جانان و نزائش چیزی نیست
گر سرمه بچشم حاجت نیست وارو تے حیات
در خنده آلایش سے چیزی نیست

(١٧٧)

اطراف جہان ما بسے گشتیم و دیدیم

چون چارہ و گلشن سبز بسے دیدیم نظیر

با حسن بلیغ او نگشت دیدیم

بہشت بہشت ہزار سنجیدیم

١٧٨

ہر کس کہ ہوائے چار نار دارد

صوفی و بتی و صفا ندارد

سریر مرکہ سکندر است و لیکن

نقش تہ پا بہ ندارد

نوٹ:- صفحہ ١١٨ پر ملاحظہ فرمائیں ۵۲

رباعیات علم کیمیاگری

(۱۷۹)

ای طالب کیمیای حنایی رنگ
تاکی بہوس سیم و زر جان بسنگ
مس را نکنی طلا و خود خاک شدی
ای ناشنسی فسانہ با ناشدنی

(۱۸۰)

ای طالب سیم و زر از اکسیر بہم
گاہی نشدی یا بخشش شیرین کلام
سرمہ تیرہ حلیت کیمیای کامل
خود را ابلہ از نادانی ای خام

(١٨٥)

تا کے بہوائی نفس اسپ چالاکی
در طول امل دو یہرو بے باکی
بیدار ز خواب غفلت ای ناشدنی
ترسم گذرے چہ سود آخر خاکی

(١٨٦)

باشی بہوائی سیم و زر بیباکی
دیو الہوس سیم و زر چالاکی
ای جوہر فرد متفصل کون و مکان
این ارض و سما و ہر ہستی تا کی

(۱۸۷)

فارغ منشین ز خویش ایجان جهان

ای جان جهان ز خود چرائی غافل

حیرت زده ام ز رنگ نیرنگی تو

الله الله چه بیت بستی ایدل

(۱۸۸)

کیمیا را مطلب مجو مشو زار و سقیم

پاره نان و خرقه پاره از کهنه گلیم

بس بود ای دل ناشادی پار ایستت

باش در دار فنا همچو مسافر مقیم

(۱۸۹)

گویند که کیمیاگری میدانم

صناعی سیم و زرگری میدانم لیکن

سپه رانم و دل اکسیر می ندانم

فهم سخن و سخنوری میدانم

(۱۹۰)

تا پیر و کمال نیافتی ای دل

هرگز نرسی به هستیت تکه و دالازل

این نکته ز کیمیاگری دارم یاد

اکسیر به پیش خاکسار است عجب

نوٹ:- صفحہ ۱۱۸ پر دیکھیں

برمصرعۂ طرح استادی مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم ۔ خان بہادر
ازمردم این زمانہ لنگور خوش است سنہ ۱۸۸۵ع

(۱۹۱)

ننگی کہ بنام ہر کلا فوز خوش است
بہ زشتی و خوبی خویش بنفروختن است
نیکی چو بدی بدی چو نیکی گردید
ازمردم این زمانہ لنگور خوش است

(۱۹۲)

در اہل جہان ز صدق بس زور خوش است
چشمی بینا نماند بہ کور خوش است
آری آری چو آدمیت برخاست
ازمردم این زمانہ لنگور خوش است

(۱۹۳)

بریش دراز پیر زور خوش است
سر بکلاه چشم بدور خوش است
میوی این زمان چو نا میوه گردید
از مرد و میر این زمانه نکو دور خوش است

(۱۹۴)

انگلش بحصار عقل محصور خوش است
جمن بجواب رای دستور خوش است
هر کی بکشاده کار نگران و خوش
روی نابهبو ای هند از دور خوش است

(۱۹۵)

بجفا ثمر و تاج و تخت فغفور خوش است
بنان شبینه بر دوش و دوار خوش است
زاید لفراق خود و دوصو بر وصال تو
ننید ای انجبر عذاب انکو درخوش است

(۱۹۶)

در خطهٔ هند شهر جیپور خوش است
سوا از لعبتان سنگ نو درخوش است
از رونق صبح شام بنارس مشهور
شام اوده از ضیای گنبد خوش است

نوٹ[۱]:- چا ر کا مذاق ۱۸۸۳ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۳ء زمانہ وفات تک ۴۰ سال تک رہا اور چا ر بھی اعلیٰ قسم کی بلا دودھ کی نوش فرماتے اور ہر کس و ناکس کیلئے بھی لنگر جاری رہتا تھا۔ چا ر کا رنگ سرخ۔ ڈاڑھی کا رنگ سرخ و تسبیح سرخ اور چا ر نوش فرماتے وقت فرماتے (یار یکرنگ بودہ است) دور حاضرہ میں رباعیات چا ر پیشین گوئی کا کام دے رہی ہیں۔ اور چا ر اہل اللہ کے طریقہ میں رہی ہے اور ہے وہی طریقہ حکیم صاحب کا تھا۔ فقط ۲۳ راگست ۱۹۴۳ء مطابق ۲۱ر شعبان ۱۳۶۲ھ

نوٹ[۲]:- کیمیا گری کا مذاق مخفی راز کی صورت میں مرحوم نے اعلیٰ پایہ پر رکھا۔ سید خان عالم صاحب جوناگڈھ و مولوی جعفر ٹونکی و سید بہادر علی صاحب کا ملیح ہم جلیس و ہم مذاق رہے۔ برادر زادہ خود سے بھی اس راز کو مرتے دم تک مخفی رکھا اور فرماتے کہ کیمیا گری کے طفیل میں کشتہ جات ضرور تیار ہوئے جو علاج معالجہ میں مفید ثابت ہوئی

مشہدی

قطعہ در تولدی جنرل حافظ محمد عبید اللہ خانصاحب مرحوم بھوپال
سنہ ۱۸۹۹ء

ای دل از وصفِ او چہ می جوئی
در پئے مدح تا بہ کے پوئی

صفتِ نائب خجستہ خصال
بیش ازانست آنچہ میگوئی

آن رئیس ابن رئیس ذیشان
ہست نواب عبید اللہ خان

بیش ازین مدح چہ گوئی مضطر
کہ جز او نیست نظیرش امکان

قطعہ ورشان امیر حبیب اللہ خان صاحب بہادر والئی کابل (افغانستان)
بموقعہ تشریف آوری در ہندوستان آگرہ (اکبرآباد) سنہ ۱۹۰۷ء

امیرِ نادرِ شانِ کہ در حفظ جہاں دارد
زچشم بدخدایش دراماں در ہر زماں دارد
چرا این تشنہ کامیہا کہ کلکم روز و شب مضطر
بمدح آن امیرِ نامدارے تر زبان دارد
غم و ہم گرچہ پیرم ساخت اندر عمر شصت سالہ
ولیکن مدح سنجی تو طبعم را جوان دارد
جہاں گیری جہاں بخشی جہاں بانی جہاں داری
بحمد اللہ شہِ کابل حبیب اللہ خان دارد

قطعہ کہ بتاریخ بست و دوم ۱۸۷۷ء بمقام چھاونی دیولی گفتہ بود

دوش با عقل چو گشتم دمساز
خوش سوالات مرا داد جواب

مسلکِ راست چو پرسیدم گفت
صلحِ کُل با ہمہ نیکو دریاب

دل میازار و مکن شکوۂ دہر
نکتہ گوش کُن از پاک کتاب

گر رسد رنج مرنج ار مردے
زانکہ تسلیم و رضا عین صواب

گفتمش دوست بود در عالم
گفت آری بود الا کمیاب

گفتمش چیست طرازِ دنیا
گفت خوابیست و یا نقش بر آب

باز گفتم کہ مثالِ دیگر
عکس آئینہ بمن کرد خطاب

جستم از منزلِ مقصود نشان
گفت آہستہ روی کن مشتاب

چیست تفریح دو عالم گفتہ
راحت و رنج نیارد بحساب

گفتمش تارکِ تعظیم چہ اند
گفت کبریست کہ باشد در خواب

چیست این گفتہ مضطر گفتہ
نکتۂ چند برائے احباب

بر غزل حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصرعہ:- اے چشم ہمہ جہان بوئیت

کو چشم کہ نیست سوئے رویت　　دل نیست کہ نیست آرزویت

ہر برگِ چمن بگفتگویت　　ہر گل بہوائے رنگ و بویت

در دیر و حرم کسے ندیدم　　خالی ز خیال جستجویت

بے مہر بتان بکس نسازند　　این نکتہ شناختم ز خویت

ناکام چنانکہ رفت مضطر

زین گونہ کسے نشد ز کویت

غزل نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
زبسکہ جبین فلک گرد نقش پائے تو
شد سجدہ گاہ جبہ زمین از برائے تو
آیات حق نما است سراپا لقائے تو
اعجاز عیسوی اثرے نقش پائے تو
یکسو کائنات شدہ از برائے تو
تن بندہ کمینہ چہ گوید ثنائے تو

بیت یا سیدی بجمال من خستہ ہم نظر
محروم مکن نماندہ ز لطف و عطای تو
محبوب دلنواز نہ شناخت ہیچ کس شریک
مصرع ہر کس کہ دید روی تو را شد فدای تو

بیت شاہا خدائی نہ بیک است نہ چو باشد
ہستی ہمہ ہستی تو ندانند سوای تو
پسند است کہ ہم کہ سر این بندہ ضعیف
مصرع محبوب باشد از دو دولت سرای تو

عیشی نیست اگر وصل بت شوخ میان بودن
میسر است اگر بودن صد ساله عمر گذران بودن
چه سود از بودن جان بودن
بوجه الله دم همدردی اهل جهان بودن
بد از صد کار عشرت از همه سر کردن و جنان بودن
حلاوت داشت واعظ بی حلاوت جانا
به یاد یار کرده عیش پیش ره کاروان بودن

بر مصرع طرح صائب

ز دریا می‌کشد صیاد دام آهسته آهسته

بهواے تشنت خیر الانام آهسته آهسته

رساند تا به دیدار السلام آهسته آهسته

نقاب از رخ برکشد آن لاله فام آهسته آهسته

ز شوق چون فزاید پیر گام آهسته آهسته

سرود باده می‌خیزد ز جام آهسته آهسته

چه گوید شاعر شیرین کلام آهسته آهسته

بجو ناکسان اہل مثال اندر جہان دائم
بگیرد گردنش در انتقام آہستہ آہستہ
بگیرد از سر رفعت استادانائے
نشین آہستہ آہستہ
اسیر زلف او از ابتدا چہ
مثال اسپ غم پیچید بام آہستہ آہستہ
شعرا بدانند گر نفرو کافری بر صفحۂ عالم
طفیل سید خیر الانام آہستہ آہستہ

چہ می جوشی ز عشق اُو بیا مضطر اگر مردی

وے بیرون خرام از ننگ و نام آہستہ آہستہ

غزل تصوف فارسی

جلوہ فرمائے شبے گر بدر خانۂ ما

رشک خورشید شود رونق کاشانۂ ما

برہمن ترک صنم کرد بجانانۂ ما

صوفیان بادہ بخوردند ز پیمانۂ ما

کار دانش ہمہ با فکر تر دد دریافت

زان نسازد بجز این دل دیوانۂ ما

نالہ سرکردو پریشان شد و صحرا بگرفت

تا صبحم دوش چو بشنید ز افسانۂ ما

آرزو دارد اگر آنکہ فلاطون گردد

شیخ را گو خورد جرعہ ز خمخانۂ ما

سر برآوردن ز با یار رسیدن چہ توان
اثرِ ریشہ ندارد بزمین دانہ ما

آنکہ در عمرِ خودش ہم نہ چشیدہ دردے
او چہ داند نمکِ مشربِ رندانہ ما

گہ نہ رفتم بطمع بر درِ اربابِ کرم
در گدائے بنگر ہمت شاہانہ ما

غم وہم رنج محن یاس والم آہ وفغان
طُرفہ بزمیست کہ دارد دلِ ویرانۂ ما

چیست این ما و منی زعم خودی را بگُذار
مُضطر اینک نگر ہستیٔ بیگانۂ ما

(غزل فارسی)

سالہا باید طواف در پئے پیر مُغان
تا شناسی نقش پائے مہربان خویش را

مدتے باید حضور حضرت صاحب دلان
تا حقیقت آشنا باشی گمان خویش را

پردہ برافتد ز روئے کار ہنگام عتاب

ہاں مہیّا باش اے دل امتحان خویش را

از غم پیری بنالم گرچہ خم شد پشتِ من

بسکہ میخندم چنیں تحت جوان خویش را

تنگ آمد دل ز تنگی جہان چنداں کہ من

کس نگیرد گر فروشم مفت جانِ خویش را

میطرازی ور زبان پارسی مضطر سخن

باہمیں مایہ کہ نشناسی زبان خویش را

قطعات

منظر سخن و وفات منظر احمد

بود عبداللہ خان منظر حکیم فاضل

بود در طریقت و در فن خود کامل

بہر سال وفاتش گفت شارق بالبدیہہ

مصرعہ سال وفات عارف روشن دل ۱۹

شاعر سر سال وفات عارف ۲۲

شکستگی

دیگر

وای مضطر رفت با صبر این کتاب بود

در جهان چون زیست از حسن عمل محبوب بود

ماده سال وفاتش ہم صفاتش صادقہ

شاعر مقبول حق و سالک مجذوب بود

۱۳۰۱ھ

از غم دنیا پریشان چون دل

جانب جنت گشته مائل

مضطر اردو و مرد عاقل
عاشق ادیب و شاعر کامل
۱۳۴۱ھ

دیگر

از عمل زاد آخرت بستہ
طبع خود زین جہان بشستہ
گفت چون داعیِ اجل لبیک
مضطر بہ آتشیں حبیب پیوستہ

۱۹۲۳ء

مطبوعہ محبوب المطابع دہلی

قطعہ تاریخ طبع کلام مضطر از قربانعلی بسمل دہلوی

سلطان ابوسعید۔ سرمد۔ خیّام
ہے ان کی رباعیون کا پرتو اکثر
تاریخ طبع لکھی ہے یہہ بسمل نے
دُرِّ بے بہا کلامِ مضطر

۱۳ ھ ۶۴

مجموعہ رباعیات کلام مضطر کے ملنے کا پتہ

ٹونک اسٹیٹ راجپوتانہ۔ محلہ رجبن

مولانا مولوی حکیم صوفی محمد یونس